# گل نہ ہوتی ابھی احساس کی شمع

تحریر: یوسف عالمگیرین

سوات میں اسلام کی شمع روشن کرنے اور نظام عدل کے نفاذ کی کاوشوں میں مشہور ہونے والے مولانا صوفی محمد نے حکومتی معاہدوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے نہ صرف سوات اور اس سے ملحقہ مقامی علاقوں کو تسلط میں کر لیا ہے بلکہ دین کو بھی اپنی گرفت میں لینے سے گریز نہیں کیا۔ گویا اب ''دین'' ان کی ''کورٹ'' میں ہے اور جو مزاج یار میں آئے کے مصداق انہوں نے نہ صرف اللہ کے بندوں میں مومنیت اور کافری کی تقسیم شروع کر دی ہے بلکہ بانگ دہل وہ نظام عدل کہ جو کئی معصوم جانوں کی قربانی کے بعد نافذ ہوا اور صوفی محمد نے اس کو قبول کیا کو بھی یکسر رد کرتے ہوئے کہا کہ نظام عدل انسانوں کا بنایا ہوا ہے اسے شریعت کہنا کفر ہے۔ انہوں نے ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کو بھی غیر شرعی ادارے قرار دیا ہے اور فتویٰ دیا ہے کہ ان ''غیر شرعی'' اداروں میں اپیل کرنا حرام ہے۔ اچھا ہوتا اگر جناب اعتزاز احسن اور علی احمد کرد محترم چیف جسٹس کو بحال کروانے کی تحریک میں سر کھپانے کے بجائے صوفی محمد سے ''ون ٹو ون'' ملاقات کر کے ان کا ذہن پڑھ لیتے کہ یہ ہماری آزاد عدالتوں کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ صوفی محمد تو اعلیٰ عدالت کے اس فیصلے کو بھی نہیں مانتے ہوں گے جس کی رو سے مولوی عبدالعزیز کو رہا کیا گیا ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا ہی نظام ہونا چاہیے شائد ان کے نزدیک صرف سوات اور مٹہ ہی اللہ کی زمین ہے امریکہ، برطانیہ، فرانس جرمنی اور دیگر طاقتیں اس میں شامل نہیں ہیں۔ امن کے ساتھ زندگی گزارنے والی سوات کی پر امن عوام پر کوئی خود ساختہ نظام تھوپ دینا کہاں کا اسلام ہے۔ آج بھی اگر سوات میں ریفرنڈم کروایا جائے تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا۔ صوفی محمد کے آئے روز شائع ہونے والے بیانات سے لگتا ہے کہ انہیں بھی میڈیا میں ''اِن'' رہنے کا ''چسکا'' پڑ گیا ہے۔ چسکا خیر کسی بھی شے کا پڑ جائے تو مشکل سے ہی چھوٹتا ہے۔ انہوں نے نعوذ باللہ دین کو اپنی توضیحات کی تسبیح میں پرو کر تمام تر ملکی مفادات کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں۔ سوات میں کسی لڑکی کو کوڑے مارنے کا معاملہ ہو یا پھر سادہ لوح مسلمانوں کو ''مرتد'' قرار دیکر ان کی گردنیں اور جوڑ کاٹنے کی پر تشدد سزائیں انہوں نے پاکستان کو دنیا میں تنہا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ان کے ایسے ہی ''اسلام دوست'' معاملات کی بناء پر غیر ملکی سرمایہ کار پاکستان سے کوسوں دور بھاگ رہے ہیں۔

مولانا صوفی محمد میں اگر ذرا سی بھی پاکستان سے محبت ہوتی تو انہیں پاکستان کی مشکلات کا بخوبی اندازہ ہوتا۔ ایک طرف بھارت مختلف دھماکوں اور سازشوں کے ذریعے پاکستان سے اس کے قیام کا بدلہ چکا رہا ہے تو دوسری جانب افغانستان کی کرزئی حکومت پاکستان کو ناکوں چنے چبھوانے پر تلی ہوئی ہے جس کی کوکھ سے ہزاروں بوڑھے مرد و خواتین اور بچے ''افغان مہاجرین'' کے روپ میں پل رہے ہیں اور جواب میں پاکستان کے وجود

کو کھوکھلا کرنے کا تحفہ دے رہے ہیں۔ اغواء برائے تاوان، ڈاکہ زنی، چوریاں اور منشیات فروشی جیسے قبیح دھندوں میں اکثر افغان مہاجرین ملوث پائے جاتے ہیں۔ اس وقت کی حکومت اگر ان مہاجرین کو پاک افغان سرحد کے قریب کسی ایک کیمپ میں خوراک، ادویات اور رہنے کی سہولیات بہم پہنچا کر ان کی نقل وحرکت محدود کر سکتی تو یہ اس کا بہت بڑا کارنامہ ہوتا۔ آج وہی مہاجرین ملک کے گوشے گوشے میں ناسور کی طرح پھیل چکے ہیں ان میں سے سینکڑوں افغانی تو یو این ایچ سی آر والوں سے امریکی ڈالرز وصول کر کے انہی کے ٹرکوں پر افغانستان بھجوائے جا چکے ہیں لیکن وہ اگلی ہی ''فلائیٹ'' کے ذریعے دوبارہ پاکستان آ جاتے ہیں۔ اور تو اور جناب صوفی محمد صاحب کو بلوچستان میں بگڑتی ہوئی صورتحال بھی دکھائی نہیں دیتی انہیں تو امریکہ کے ڈرون حملوں سے بھی شائد کوئی تشویش نہیں ہے شائد اس لیے انہوں نے سوات کے علاقے میں اسامہ بن لادن کی موجودگی سے متعلق ایک بیان بھی داغ دیا ہے شائد وہ ڈرون حملوں کو پاک افغان سرحدی علاقے سے شفٹ کروا کہ سوات لانا چاہتے ہیں۔

صوفی محمد صاحب سے ایک گزارش ضرور ہے کہ پاکستان کے مختلف علاقوں میں بسنے والی عوام کی بھاری تعداد انہیں ''آئیڈیلائز'' کرتی ہے ان کی اسلام کی خاطر دی جانے والی قربانیوں کا بھی اعتراف کرتی ہے لیکن اس قسم کی خود ساختہ مذہبی فتووں سے عوام واقعتاً پریشان ہیں۔

نظام عدل کے سوات میں نافذ ہوتے ہی سینکڑوں وکیل بے روزگار ہو گئے ہیں جس سے ان کے خاندانوں کے ہزاروں افراد متاثر ہوں گے کیا صوفی محمد صاحب کے پاس ان لوگوں کے لیے کوئی ''پیکج'' ہے۔ لگی لگائی روزی اور نوکری سے لوگوں کو بھگا دینا کہاں کا انصاف اور کہاں کا اسلام ہے۔ نظام عدل کے ساتھ ہی وہاں قاضیوں کی تعیناتی کا عمل شروع ہو گیا ہے کیا یہ معاملات طے کیے گئے ہیں کہ مقرر کیے گئے قاضیوں کی تعلیم اور تجربہ کیا ہوگا۔ کیا صرف طالبان حامی مولویوں کی بطور قاضی تعیناتی سے انصاف کے تقاضے پورے ہو جائیں گے۔ حضرت عمرؓ کے دور کا واقع ہے کہ عدالت نے کسی چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو حضرت عمر نے ہاتھ کاٹنے سے منع فرما دیا اور دلیل دی کہ اس شخص کے علاقے میں پچھلے کچھ عرصے سے قحط پڑا ہوا تھا اگر وہاں حکومت (ریاست) اپنی ذمہ داری پوری کرنے سے قاصر رہی ہے تو چور کو چوری کی مقرر کردہ سزا نہیں دی جا سکتی۔

علاوہ ازیں صوفی صاحب جس پارٹی یا شخص کو چاہے کافر پر کافر قرار دیئے جا رہے ہیں۔ ان کی یہی رفتار رہی تو پاکستان میں ''کافروں'' کی تعداد مسلمانوں سے بڑھ جائے گی بلکہ مسلمان صرف سزائیں دینے کے لیے ہی رہ جائیں گے سزائیں بھگتنے والے کافر ہی ''کافر'' ہوں گے۔ صہبا اختر نے کسی ایسی ہی صورتحال کی غمازی کرتے ہوئے کہا تھا کہ۔

میں تمہیں مار دوں تو تم ہو شہید
تم مجھے مار دو تو میں ہوں شہید
ہم سب شہیدوں کی صف میں شامل ہیں
ہم سب یزیدوں کی صف میں شامل ہیں

پاکستان کی سیکورٹی فورسز جو الحمد واللہ ملک کے نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کی ضامن ہیں نے سوات میں ایک موثر آپریشن کر کے شدت پسند طالبان کو مار بھگایا تھا۔ فورسز نے سوات میں امن قائم کر کے علاقہ پولیس اور سول انتظامیہ کے حوالے کر دیا اور خود ہٹ گئیں۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے طالبان دوبارہ ان علاقوں پر قابض ہو گئے اور وہاں نظام عدل نافذ کروا دیا۔ پھر خود ہی اس نظام کو نہ صرف شریعت کے مطابق ماننے سے انکار کر دیا بلکہ اسے شریعت کہنا بھی کفر قرار دے دیا ہے۔ ان کے ان بیانات سے دین اور مذہب کی کیا خدمت ہو رہی ہے وہ خود ہی بتا سکتے ہیں لیکن ایک بات ضرور ہے کہ عوام الناس غیر یقینی اور گومگو کی کیفیت سے دوچار ہو چکے ہیں۔ عوام صوفی محمد سے امید رکھتے ہیں کہ وہ کافر بنانے کی ''فیکٹری'' کے بجائے کوئی اور دینی خدمت سرانجام دے سکیں تو بہتر ہو گا ایسی ہی کیفیت سے دوبچار ہوتے ہوئے جماعت اسلامی کے امیر پروفیسر منور حسن بھی یہ کہنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ ''تھوڑے تھوڑے کافر'' تو صوفی محمد خود بھی ہیں۔ ویسے تھوڑی چیز کا بھی اپنا ہی مزہ ہوتا ہے۔ تشنگی جتنی بھی

رہے اچھی ہوتی ہے۔ مکمل ''آشنائی'' اچھی نہیں ہوتی بہر کیف نا آشنائی کا بھی اپنا ہی اک لطف ہوتا ہے۔ آشنا اگر نا آشنا ہو کے سامنے آجائے تو تشنگی کا روپ دھار لیتا ہے۔ تشنگی سے بڑا دکھ ویسے کوئی نہیں ہوتا۔

ابھی وقت آن پہنچا ہے کہ عوام نے تھوڑا تھوڑا ''طالبان مسلمان'' ہونا ہے یا ''پورا پورا'' محمدیؐ مسلمان بننا ہے۔ قوم کو فیصلہ کرنا ہوگا اور اس کڑے وقت میں یکجا ہو کر سامنے آنا ہوگا اور دشمنوں کو گھناؤنی سازشوں کو بے نقاب کرتے ہوئے پوری دنیا کو ایک قوم بن کر دکھانا ہوگا۔ آج نجانے کیوں مجھے ساحر لدھیانوی مرحوم کی نظم ''اجنبی محافظ'' شدت سے یاد آرہی ہے آپ بھی پڑھیے۔

کاش یہ بے حس و بے وقعت و بے دل انسان
روم کے ظلم کی زندہ تصویر
اپنا ماحول بدل دینے کے قابل ہوتے
ڈیڑھ سو سال کے پابند سلاسل کتے
اپنے آقاؤں سے لے سکتے خراجِ قوت
کاش یہ اپنے لیے آپ صف آراء ہوتے
اپنی تکلیف کا خود آپ مداوا ہوتے
ان کے دل میں ابھی باقی رہتا
قومی غیرت کا وجود
ان کے سنگین اور سیہ سینوں میں
گل نہ ہوتی ابھی احساس کی شمع